# حضرت امام جعفر صادقؑ کے برادر اصغر امام ناصر الدین اور ہندوستان

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم
صدر شعبہ علوم اسلامیات وسماجیات، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

حضرت امام باقرؑ کے پانچ فرزند تھے۔ ا۔ جعفر صادق۔ ۲۔ عبد اللہ۔ ۳۔ عبید اللہ۔ ۴۔ابراہیم ۔ ۵۔علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت امام باقرؑ کی اولاد میں دو کو خاص شہرت ملی ان میں ایک امام جعفر صادقؑ اور دوسرے حضرت امام ناصر الدین۔ انساب کی دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے بیٹے حضرت امام عبد اللہ جنہیں ہم ناصر الدین سونی پتی کے نام سے جانتے ہیں ان کی والدہ حکیم بن سفیان کی بیٹی تھیں۔حضرت امام جعفر صادقؑ امام زین العابدینؑ کے پوتے تھے۔ اموی خلیفہ عبد الملک کے عہد حکومت میں ۲۴ مئی ۶۹۹ء/ ۸۰ ھ کو ولادت ہوئی ۔ والدہ ماجدہ کا نام فروہ فاطمہ تھا جو خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تھیں ۔

آپ کی پیدائش کے وقت مدینہ علم وفن کا مرکز تھا تشنگان علم دور دور سے علمی تشنگی دور کرنے وہیں آیا کرتے تھے ۔آپ نے اپنے دادا حضرت امام زین العابدین ، والدحضرت امام باقرؑ اور نانا حضرت امام قاسم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے علمی چشموں سے سیرابی حاصل کی تھی، اس لئے علم وفن میں یگانۂ روزگار ہوگئے تھے ۔خاندانی شباہت تو حاصل تھی ہی جمال علم وفن نے انہیں مزید تابندہ ودرخشندہ بنادیا تھا۔پیکر صداقت ہونے کے باعث لفظ صادق آپ کے نام کے جز کے طور پر استعمال ہونے لگا۔اور زندگی بھر آپ کے نام کا حصہ بنا رہا۔۱۴۸ھ/ ۷۶۵ ء میں وصال ہوا جنت البقیع میں اسی احاطہ میں دفن ہوئے۔ جہاں آپ کے والد ماجد حضرت امام باقرؑ اور دادا حضرت امام زین العابدین محو استراحت ہیں ۔[۱]

حضرت امام ناصر الدین کے والد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الملک ہشام بن عبد

الملک کے عہد حکومت میں اپنے دونوں چھوٹے بچوں کو وطن مالوف چھوڑ کر اور اپنے بڑے بچے جعفر صادقؑ کو ساتھ لے کر نیشاپور چلے گئے۔ جس وقت آپ نیشا پور تشریف لے گئے اس وقت ناصرالدین کی عمر کا تیسرا سال شروع ہو رہا تھا، جب امام محمد باقر علیہ السلام کو نیشاپور چند سال رہتے ہوئے ہوگئے تو انہیں اپنے چھوٹے بچے ناصر الدین کی یادستائی اور انہوں نے اپنے بچے کو نیشاپور لانے کے لئے کسی کو بھیجا اس وقت ناصر الدین کی عمر پانچ سال کی تھی آپ اپنی والدہ اور دایہ حلیمہ کے ہمراہ نیشاپور کے لئے روانہ ہوئے۔ براہ خشکی آپ نے طویل مسافت طے کی درمیان سفر والدہ ماجدہ کا وصال ہوگیا۔دریائے دجلہ جو ملک عراق کا بہت بڑا دریا ہے راستہ میں حائل ہوا، عراق سے فارس جانے والوں کو دریائے دجلہ عبور کرنے کی غرض سے کشتیوں کا سہارا لینا پڑتا تھا اور موسم برسات میں جب شمالی پہاڑوں سے دریائے دجلہ میں پانی بہہ کر آتا تھا تو دریا کی طغیانی بڑھ جاتی تھی اور کشتی کا پار ہونا مشکل ہو جاتا تھا۔جس وقت ناصر الدین نیشاپور کو چلے اس وقت غالباً برسات کا موسم تھا۔ مسافروں کے ساتھ دایہ بی بی حلیمہ بھی آپ کو اپنی گود میں لے کر کشتی میں سوار ہوئیں، دریا اس وقت طغیانی پر تھا جتنے لوگ اس کشتی میں سوار تھے سب دریا کی موجوں کی لپیٹ میں آگئے۔کشتی کے سارے لوگ لقمہ اجل بن گئے مگر مشیت ایزدی کشتی ڈوبتے وقت اس کشتی کا ایک تختہ علاحدہ ہوکر پانی کے بہاؤمیں بہنے لگا، اس کشتی کے ٹوٹے ہوئے تختہ پر آپ اپنی دایہ بی بی حلیمہ کی گود میں محفوظ تھے۔ اس وقت دوران سفر تبرکات میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تلوار ذوالفقار اور والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی بھی آپ کے پاس تھی جو محفوظ رہی، ہو نہ ہو ان تبرکات کے فیضان سے آپ ڈوبنے سے بچ کر اپنی دایہ حلیمہ کے گود میں اس ٹوٹے ہوئے تختہ پر محفوظ رہے ہوں۔کشتی کا ٹوٹا ہوا وہ تختہ جس پر آپ سوار تھے کسی طرح بہتے بہتے ایک گاؤں کے کنارے جالگا دیکھتے ہی دیکھتے آپ کو دیکھنے کے لئے گاؤں والوں کی بھیڑ لگ گئی دایہ نے اس امڈتی بھیڑ سے آپ کا تعارف کرایا کہ یہ صاحبزادہ عالی وقار سیدنا حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں ان کا نام محمد عبید اللہ ناصر الدین ہے اور میں ان کی دایہ بی بی حلیمہ ہوں اور ثبوت کے طور پر وہ دونوں تبرکات دکھائے۔ انہی تماشائیوں میں محمد اسماعیل بن موسیٰ واسطی نامی ایک تاجر بھی تھا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ انتہائی عزت واحترام کے ساتھ آپ کو اپنے گھر واسط لے آیا۔اور بڑے ہی رازدارانہ انداز میں آپ کی ضیافت کرنے

لگا۔اسے خطرہ اس بات کا تھا کہ اگر کہیں یہ راز فاش ہو جائے گا کہ آپ امام محمد باقرؑ کی اولاد میں سے ہیں تو آپ کو حکومت اپنے دربار میں طلب کر لے گی اور میں اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا۔ اس نے عہد کیا کہ حضرت موصوف کو اپنے سے جدا نہ ہونے دوں گا اور اپنے دوستوں سے کہہ دیا کہ اس راز کو مشتہر نہ ہونے دینا سب لوگوں نے یک زبان ہو کر عہد کیا کہ ہم اس واقعہ کے اخفا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کریں گے اور کما حقہ آپ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کریں گے۔ چنانچہ لوگوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور یہ راز راز ہی رہا۔ اس وجہ سے یہ خبر مشہور ہوگئی کہ دریا میں کشتی کے ڈوب جانے کا جو ہولناک حادثہ ہوا تھا امام باقر کے فرزند دلبند مع اپنی والدہ محترمہ ودایہ ودیگر ملازمین دریائے دجلہ کو عبور کرتے ہوئے غرق آب ہو گئے۔ اسی خبر کی بنا پر کئی ایک مورخین جس میں مورخ فاضل ابوذر باہلی بھی شامل ہے یہ لکھ دیا کہ امام عبید اللہ کا انتقال صغرسنی ہی میں بحادثہ غرق کشتی ہو گیا۔

جب اس گاؤں والوں کو آپ کی حقیقت کا علم ہوا تو برائے حصول برکت روزانہ صبح آپ کی زیارت کے لئے آنے لگے۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی آپ کی خدمت میں ضرور رہتا اور آپ کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑا جاتا۔ جب ایک موقع سے محمد اسماعیل بن موسی واسطی کسی ضروری مہم پر دیار مغرب روانہ ہوئے تو ناصر الدین کو بھی اپنے ساتھ لے گئے، انہیں اس بات پر یقین کامل تھا کہ میری تجارت میں بے شمار ترقی ومنافع صرف حضرت امام ناصر الدین ہی کے قدموں کی برکت کا ثمرہ ہے۔ اسی سفر میں جب محمد اسماعیل واسطی سامان تجارت کے ساتھ قافلے کے ہمراہ واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں ان پر ایک ایسا جان لیوا حملہ ہوا کہ اللہ کی پناہ! مگر اچانک اس قافلہ کی مدد کے لئے جن میں محمد اسماعیل واسطی موجود تھے ایک زبردست غیبی لشکر جرار نمودار ہوا جس کے سپاہی عربی گھوڑوں پر سوار تھے۔اس لشکر کے خوف سے ڈاکو فرار ہو گئے۔بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ اس غیبی لشکر میں ابلق گھوڑے پر حضرت علی خود سوار تھے جو اپنے فرزند ناصر الدین کی مدد کے لئے آئے تھے۔کئی مستند مورخین نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔قصر عارفاں کے مصنف شیخ محمد علی چشتی نے جو کچھ امام ناصر الدین کے حوالے سے لکھا ہے اس کا ماحصل سطور ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

حضرت ناصر الدین جب سن شعور کو پہنچے تو واسط میں مولانا محمد بن مبارک کی شاگردی اختیار کی۔ تحصیل علم کے لئے انہیں کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ انہوں نے آپ کی بہتر تربیت فرمائی، صبح وشام آپ پر نظر رکھتے آپ کی صلاحیت اور چہرہ کی تابانی کو دیکھ کر امام مبارک نے

دریافت کیا کہ کیا یہ صاحبزادے واسطیوں میں سے ہیں تو اسماعیل نے کہا کہ نہیں پھر آپ کے بارے میں ساری تفصیل بتائی اور تفصیل بتانے کے بعد الحاج وزاری کے ساتھ اس راز کو اخفا رکھنے کے لئے کہا ،مولانا مبارک کو حضرت امام محمد باقرؑ کے فرزند کے استاد ہونے پر اک گونہ فخر بھی ہوا۔ استاد نے خوب اچھی تربیت فرمائی اور اس دوران آپ سے صادر ہونے والی کرامتوں کو بھی خاموشی سے تحریر کرتے ۔جب لوگوں کو مولانا مبارک کی لکھی ہوئی تحریروں کا علم ہوا تو ان کی حیرت واستعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی اور ان لوگوں کو اس بات کا خطرہ لاحق ہوا کہ ناصر الدین کے یہ راز افشا ہوگئے تو یقیناً حکومت یہ دولت مجھ سے چھین لے گی ۔ لوگوں نے باہم مل کر یہ پروگرام بنایا کہ سارے شواہد مٹادئے جائیں تاکہ کسی کو ان کی خبر نہ ہو سکے اور یہ فیصلہ ہوا کہ کیوں نہ ان کرامتوں کے چشم دید گواہ مولانا مبارک جن کو ساری تفصیلات معلوم ہیں کو نہ قتل کردیا جائے ۔نہ رہے بانس نہ بجے بانسری ۔مولانا بغدادی حضرت صاحبزادہ کے مشفق استاد تھے انہیں خواب میں ان لوگوں کے ارادوں کا علم ہو گیا اور راتوں رات واسط سے خراسان چلے گئے جب نیشاپور پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مدینہ طیبہ میں زہر خورانی سے شہادت پائی ۔یہ سانحہ ۱۱۴ھ میں پیش آیا آپ کی قبر اطہر جنت البقیع میں حضرت امام حسنؑ کے مزار مقدس کے پاس ہے۔ ۲

حضرت امام محمد باقرؑ کا وصال ۱۱۴ھ میں ہوا مسند سجادگی کو آپ کے بڑے فرزند حضرت امام جعفر صادق نے رونق بخشی ۔صاحبزادہ حضرت ناصر الدین کی عظمتوں کا چرچا ان کی کرامتوں کے منظر عام پر آنے کے بعد سے ہو ہی رہا تھا جسے مولانا بغدادی نے تحریر کیا تھا، اس واقعہ کی خبر کسی طرح حضرت امام جعفر صادقؑ کو ہوئی انہوں نے اس واقعہ کی سچائی جاننے کے لئے چند آدمیوں پر مشتمل ایک گروہ واسط بھیجا انہوں نے وہاں جاکر اچھی طرح حالات کا جائزہ لیا اور واپس آکر اس خبر کی تصدیق کی کہ جو کشتی سمندر میں غرق ہوئی تھی اس میں ناصر الدین واقعی سوار تھے ۔مگر فضل خداوندی سے یہ بچ گئے تھے اور کشتی کے ٹوٹے ہوئے ایک تختہ پر سوار ہوکر کسی طرح واسط پہنچ گئے تھے ۔اپنے گم شدہ بھائی کی حصولیابی پر حضرت امام جعفر صادقؑ بے حد خوش ہوئے اور ان کے پاس خط روانہ کیا، جب حضرت ناصر الدین کو اپنے بڑے بھائی کا خط ملا تو شوق ملاقات نے بے چین کردیا ۔آپ نے محمد اسماعیل واسطی سے اپنا ارادۂ سفر نیشاپور ظاہر کیا اور جلد سامان سفر تیار کرنے کا حکم دیا آپ کی روانگی کی خبر سے تمام شہر واسط میں کہرام مچ گیا شہر واسط کے مرد وزن نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے

آپ کو رخصت کیا اور کچھ لوگ امام موصوف کے ہمراہ نیشاپور تک بھیجے گئے ۔ جب امام جعفر صادقؑ کو آپ کے نیشاپور میں داخل ہونے کی خبر ملی تو انہوں نے کئی میل پیدل چل کر بڑا ہی والہانہ استقبال کیا ۔ایک سال اپنے بھائی کے ساتھ نیشاپور میں قیام کیا پھر انہیں کی اجازت سے خراسان کے ایک موضع دامان چلے گئے یہ جگہ آپ کو بہت پسند آئی ۔ دامان وہی جگہ ہے جس کا نام بعد میں مشہد رکھا گیا ۔چند دنوں بعد آپ کے بڑے بھائی حضرت امام جعفر صادقؑ نے کچھ تحائف دے کر اپنے ہمشیر زادہ امام سید ابوالمجد شجاع الدین ابراہیم کو دامان اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ رہنے کے لئے بھیج دیا ۔ان دونوں نے وہاں بڑے سکون واطمینان کے ساتھ زندگی بسر کی ،کیانی کیقبادی شہزادیوں سے شادی ہوئی ، یہ علاقہ خلافت عباسیہ کی جانب سے آپ کے نام کردیا گیا۔اس کی آمدنی سے اخراجات پورے کرنے لگے، ان شہزادیوں سے اولادیں بھی ہوئیں ۔ جو اولادیں امام ناصر الدین سے ہوئیں ان میں مورخین کے بقول ابو الاشجع سید حسین ذواشہب ،سید قاسم اسماعیل اور دختر آمنہ زہرہ ثانیہ کے نام قابل ذکر ہیں ۔ اور امام ابراہیم کی اولادوں میں ابوعبیداللہ حسن اور بی بی خدیجہ کے اسماء ملتے ہیں۔ [۳]

حضرت امام ناصر الدین اور حضرت ابراہیم دونوں کو مشہد میں رہتے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا تو ان دونوں نے ایک شب خواب دیکھا۔ جس کی تفصیل قصر عارفاں کے مصنف نے ان لفظوں میں لکھی ہے ۔

> سید الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ جنت الفردوس میں جلوہ فرما ہیں اور یہ موضوع زیر بحث ہے کہ کون سی عبادت افضل ہے کسی نے کہا قرآن مجید کی تلاوت اور امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا لیس العبادۃ مثل الشھادۃ (شہادت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں )ان بزرگوں کی باتوں کو سن کر ان شہزادوں نے فیصلہ کرلیا کہ جب تک جام شہادت نوش نہ کرلیں گے زندگی مکمل نہ کریں گے ۔صبح کے وقت جب دونوں بیدار ہوئے تو باہم یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان کی سرحد جام شہادت نوش کرنے کے لئے انتہائی موزوں ترین ہے ۔ چنانچہ ان دونوں نے اہالیان شہر کو جمع کر کے اپنا ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم ملک ہندوستان میں بغرض اشاعت اسلام جائیں گے اور وہاں کے باشندوں کے سامنے دین حق پیش کریں گے اگر وہ اسلام لائیں تو چشم ماروشن

دل ماشاد ورنہ ان سے قتال کریں گے اور آخر کار فی سبیل اللہ شہید ہو جائیں گے۔ ۴۲

اس اعلان کے بعد ہزاروں لوگوں نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے ساتھ سفر پر جانے کا عہد و پیمان کیا۔ ادھر موصوف نے عامر بن نوفل، ابوالصّف اور بلال بن اسماعیل کو ایک خط دے کر حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں ارسال کیا تو انہوں نے اپنے فرزند حضرت امام موسی کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بھائی ناصر الدین کی خدمت میں ایک خط اور بہت سارے تحائف دے کر بھیجا اور آپ کی مسافرت پر بہت حسرت وافسوس کا اظہار فرمایا۔ حضرت امام موسی کاظمؑ آپ کے پاس اس وقت تک رہے جب تک ہندوستان کی طرف آپ نے کوچ نہیں کر لیا وقت سفر ہند اپنے چچا کو آپ نے اپنی نمناک آنکھوں سے وداع کیا اور نیشاپور واپس آ گئے،

سفر جہاد پر جانے سے قبل حضرت ناصر الدین کو کسی طرح اطلاع ملی کہ ہندوستان کے راجاؤں میں قنوج کا راجہ بڑا طاقتور ہے چنانچہ اس کے پاس جانے کے لئے راستے میں کسی سے تعرض نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مہم کے لئے ہزاروں جاں نثاروں کو اپنے ساتھ لے کر نکل پڑے، جب غزنی پہنچے تو پھر اپنے تمام ساتھیوں سے کہا کہ ہم جام شہادت نوش کرنے ہندوستان جا رہے ہیں اگر تم میں سے کوئی میرے ساتھ نہیں جانا چاہتا ہے تو واپس چلا جائے۔ اس اعلان کے بعد صرف چھیاسٹھ لوگ بچے، باقی واپس چلے گئے۔ جن لوگوں نے جام شہادت نوش کرنے کی غرض سے آپ کے ساتھ ہندوستان کا سفر کیا ان کے اسماء کچھ اس طرح ہیں۔

۱۔ شریف ابو البرکات بن امیر طلحہ بن امیر عبد اللہ بن امیر عبد الرحمان بن امیر امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ داماد حضرت امام ناصر الدین ۲۔ امیر سید رماح بن امیر عبد اللہ بن امیر سید الجواد بن موسیٰ الجواد بن سید المفاخر بن امام زین العابدین بن امیر المومنین سیدنا مام حسین شہد دشت کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۳۔ خواجہ ابو الفضل خاوند بکری ۴۔ خواجہ عبدالرحمان لویری، ۵۔ عمران بن واسط برادر رئیس التجار اسماعیل بن موسیٰ الواسطی۔ ۶۔ زید۔ ۷۔ حارث ۸۔ ہلال ۹۔ سلمان۔ ۱۰۔ ایوب ۱۱۔ سعید ۱۲۔ ابو الفارح ۱۳۔ فرخ ۱۴۔ بدیل قانون ۱۵۔ طویل بحرانی ۱۶۔ قانون قصیر بحرانی ۱۷۔ قانون قصیر بحرانی ۱۸۔ ابو المکارم، ۱۹۔ الخب جاہلی ۲۰۔ ابوجمیل واعظ ۲۱۔ خلیل مقدسی ۲۲۔ فرخ ترک ۲۳۔ بہرام ترک ۲۴۔ خواجہ جمیل یزدی ۲۵۔

خواجہ جزیل برادر جمیل یزدی ۲۶۔احمد نیشاپوری مع پنج برددران ذیل ۲۷۔قامون نیشاپوری ۲۸۔ صالح نیشاپوری ۲۹۔ املح نیشاپوری ۳۰۔ حلمان نیشاپوری ۳۱۔ بہروز نیشاپوری ۳۲۔معاد مفسر وقاری ۳۳۔صاحب الدولہ امجد خواہر زادہ امام موصوف ونائب ۳۴۔خواجہ فضل شاعر ۳۵۔ امیر نقی ۳۶۔ بدیع مغربی نحوی ۳۷۔ فضال محدث ۳۸۔ شہاب بوقلی ۳۹۔ ابوذر بن غفاری ۴۰۔ ابو الواحد سیرنی ۴۱۔قریش شیبانی ۴۲۔قرت نور عراقی ۴۳۔ خوجہ شاہ عراقی پہلوان رسال ۴۴۔ جمشید عراقی ۴۵۔ اصطرخی خورد ۴۶۔اصطرخی فیروز ۴۷۔ اصطرخی ابو صنقر ۴۸۔ عرب مالک ۴۹۔ شہاب الدین محدث عسقلانی ۵۰۔ ابوموسیٰ مصر باہل ۵۱۔فریدون کیانی ۵۲۔مہتر رشید قلماق ۵۳۔مہتر جوہر ہندی فرنجی ۵۴۔ مہتر عنبر حبشی ۵۵۔ مہتر یسار فرنجی ۵۶۔مہتر سیدی حبشی ۵۷۔مہتر زلال نہاوندی ۵۸۔مہتر شبلی ۵۹۔مہتر صومر برسانی ۶۰۔مہتر قاسم ترکستانی ۶۱۔مہتر رشید خورد ترک ۶۲۔مہتر اسود حبشی ۶۳۔مہتر احمر رومی ۶۴۔مہتر غراب حبشی ۶۵۔مہتر سلمان کوہی ۶۶۔ایمن ہندی( قدس اسرارھم ونور اللہ مرقدھم)۵

یہ چھیاسٹھ لوگ قلت وکثرت کی پروا کئے بغیر جہاد کی مہم پر روانہ ہوگئے ۔جب وہ بحر سندھ پر پہنچے تو اس علاقہ کے حاکم نے ان حضرات کی بڑی خاطر ومدارات کی۔مگر شہر کے لوگ ان نوجوانوں کے چاق وچوبند گھوڑوں کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور دریافت کیا کہ آپ لوگ کون ہیں اور کہاں کا ارداہ ہے؟۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ گھوڑوں کے سوداگر ہیں اور قنوج کے راجہ رام چندر کے پاس گھوڑوں کی خرید وفروخت کے سلسلے میں جارہے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ قنوج کا راجہ گھوڑوں کا بڑا شوقین ہے ۔لہٰذا گھوڑوں کی تجارت کی غرض سے ہم لوگ اسی کے پاس جارہے ہیں ۔ ان کے سوال وجواب کی ترجمانی مہتر جوہر ہندی کر رہے تھے جنہیں ہندوستان کی زبانوں پر عبور تھا ۔ ( مہتر جوہر ہندی حضرت امام جعفر صادقؑ کے زرخرید غلام تھے )۔۱۴۶ھ میں ماہ ذی الحجہ کے آخری دنوں میں جب یہ لوگ سونی پت (ہریانہ ) پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا بت خانہ ہے اور وہاں کے لوگ زنار پہنے ہوئے صبح وشام اپنے اسی معبد کا طواف کرتے ہیں۔ ان کا سردار اس بڑی عمارت کے تہہ خانے میں قیام پذیر ہے۔ حضرت نصیر الدین نے بڑی آسانی سے اس شہر اور اس کے مضافات پر قبضہ کرلیا ،اس علاقہ پر ارجن دیو کی حکومت تھی۔ وہ راجہ ہندوستان کے راجاؤں میں بڑا

عالی نسب مانا جاتا تھا۔وہ حکمرانِ دہلی کا داماد تھا۔ سونی پت سے چند میل کے فاصلے پر اس کا پایہ تخت تھا۔جب اسے اس واقعہ کی خبر ملی کی کہ کچھ خوش شکل اور خوش لباس نوجوان چاق وچوبند گھوڑوں پر سوار گھوڑوں کی تجارت کی غرض سے یہاں آئے ہیں اور قنوج جانا چاہتے ہیں تو اس راجہ نے اپنے ایک وزیر کو ان کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ ہم ہی آپ کے گھوڑے خرید لیں گے قنوج جانے کی ضرورت نہیں ہے۔اور قنوج کے راجہ جے چند سے جس قدر ان گھوڑوں کی قیمت کی امید رکھتے ہو ہم اس سے دس گنا زیادہ دیں گے۔ یہ گھوڑے ہمارے ہاتھ فروخت کردو۔ ناصر الدین کے ایک وفادار مہتر جوہر ہندی نے کہا کہ ہمارے آقا مہاراجہ قنوج کے علاوہ کسی اور کو گھوڑے دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔یہ بات ارجن دیو کو ناپسند آئی وہ دوسرے دن اپنے چند عمائدین کو لے کر خود امام ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ

"آپ لوگوں کو ہرگز آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے جب تک آپ لوگ ہماری مرضی پر راضی نہیں ہوتے ہو آگے بڑھنے نہیں دیں گے۔اس بات پر برہمی کا اظہار حضرت ناصر الدین کی وفد کے ترجمان مہتر جوہر نے کیا کہ ہمارے سردار نے عرب سے چلتے وقت ہی قنوج جانے کا اردہ کر لیا تھا اور اس کے علاوہ کسی اور جگہ سودا بازی کرنا گوارہ نہیں کرتے لہٰذا آپ لوگ ہمارے ارداے کے سامنے سد راہ نہ بنیں۔"

اس بات سے راجہ ارجن دیو برہم ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو اس فوج کا محاصرہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ

"ایک آدمی یا ایک گھوڑا بھی یہاں سے باہر نہ جانے پائے"۔[۶]

حالات سنگین ہو چکے تھے، ساری گفتگو ناکام ہو چکی تھی۔حضرت ناصر الدین نے دیکھا کہ راجہ ارجن دیو کی فوجوں نے ہمارا محاصرہ کر لیا ہے۔اب لڑائی کے بغیر کوئی چارہ نہیں ،تلواروں کو میان سے نکالنا ہی پڑے گا۔ہم تو شہادت کی آرزو لے کر ہی ہندوستان آئے تھے۔اس میں قنوج اور سونی پت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔اب ہمیں ہر وقت لڑنے کے لئے تیار رہنا چاہئے ،مگر اتنا ضرور ہے کہ ہمیں پہل نہیں کرنی چاہئے۔اتمام حجت کے بعد جو اللہ کو منظور ہو آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔حسن اتفاق دیکھئے کہ ۱۴۷ھ عاشورہ کا دن تھا ارجن دیو اپنی فوجوں کے ساتھ مقابلہ آرائی

کے لئے سامنے آکھڑا ہوا۔ان مجاہدین اسلام نے سپر ڈالنے کے بجائے لڑائی کی تیاری شروع کردی۔ پہلے وضو کیا امام کی اقتدا میں نماز ادا کر کے خیر وبرکت کی دعا مانگی گئی ، اور پھر اللہ کا نام لے کر اپنی اپنی تیغیں کھینچ کر میدان میں کود پڑے ، گھماسان کی جنگ ہوئی ارجن دیو کی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ ان مجاہدین کی تیغوں کی تاب نہ لا کر سارے ارجن دیو کے سارے سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے ۔ جب یہ منظر ارجن دیو نے دیکھا تو چہرے پر نقاب ڈال کر ایک لشکر جرار کے ساتھ خود وہ میدان میں کود پڑا اس جنگ میں اس کے کئی ساتھی مارے گئے۔عرب مجاہدین کی تلواروں کی کاٹ سے سارے سپاہی دنگ تھے۔بہت سے عمائدین ان مجاہدین کی تلواروں سے زخمی ہوئے ،خود راجہ ارجن دیو بھی زخموں کی تاب نہ لاکر میدان ہی میں ڈھیر ہوگیا۔اپنے باپ کا یہ حشر دیکھ کر اس کا بیٹا ہر ہر دیو ایک تازہ دم لشکر لے کر میدان میں آگیا اور اس نے اعلان کردیا کہ وہ تازہ دم لشکر سے لڑنا چاہتا ہے اس طرف سے مجاہدین اسلام بھی ازسر نو صف بستہ ہوگئے ۔ ہر ہر دیو کی فوج کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔مگر چار گھنٹہ کی اس لڑائی کے بعد ہندوؤں کی تازہ کمک پہنچ گئی پھر زور دار معرکہ آرائی رہی غروب آفتاب کے بعد لڑائی بند کرنی پڑی۔ جب دوسرے دن صبح کا سپیدا نمودار ہوا تو قلعہ دار نے ڈھول بجانے کا حکم دیا ڈھول کی آواز سنتے ہی تمام فوج قلعہ سونی پت سے نکل کر میدان میں جمع ہوگئی ۔نیز قرب وجوار کے کفار ڈھول کی آواز سے جمع ہوگئے پھر انتہائی جوش وخروش کے ساتھ سب نے ایک ساتھ حملہ کردیا ہندوؤں کے اور بھی لشکر پانی پت پہنچ گئے انہوں نے یکجا ہو کر غازیان اسلام پر ہلہ بول دیا جو ان غازیان اسلام کے لئے مشکل پڑ گیا۔ امام ناصر الدین ایک سیاہ پرچم کے نیچے کھڑے تھے سادات عظام کا لشکر بھی تیار تھا کسی کافر کو آپ کے پاس آنے کی جرات نہ تھی، کلیان رائے اور والی کرنال پاکھنڈی جو مقتول راجہ جے نارائن کا قریبی دوست تھا اور برصغیر میں جس کی بہادری کی بڑی دھمک تھی اس نے آپ پر حملہ کرنے کی بہت کوشش کی مگر امیر سید رماح نے اس کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا پھر وہ لوگ قلب لشکر کی طرف متوجہ ہوئے تو عرب مجاہدین نے اپنے آبدار نیزوں سے ان کا کام تمام کردیا۔اس معرکہ میں کلیان رائے اور اس کے کئی دوسرے ساتھی امیر سید رماح ۔مہتر زلال نہاوندی ،فریدوں کیانی ،مہتر احمد اور شہاب بوقلی کے ہاتھوں قتل ہوئے ۔ یہ منظر دیکھ کر اس کی فوج کے قدم اکھڑ گئے امیر سید رماح ،مہتر زلال نہاوندی اور فریدوں کیانی نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا وہیں قتل کیا یہ تینوں غازیان اسلام کفار کا پیچھا

کرتے کرتے موضع کھیڑی میانہ تک پہنچ گئے یہاں کفار نے ان تینوں غازیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور سخت حملہ کیا غازیوں نے بھی سخت قتال کیا بالآخر مجروح ہو کر شہید ہو گئے۔

دوسری طرف دولت محمد نائب نے ہر کرن راجہ کے مقابل ہو کر اس کو جہنم رسید کیا اور ہر کرن کی فوج کے پیچھے قانون اور الخب جاہلی نے اپنے گھوڑے دوڑائے اور دور تک تعاقب قتل وقتال کرتے ہوئے بالآخر یہ دونوں شہید ہو گئے۔ یہ تمام واقعات دیکھ کر مہتر جوہر ہندی بھی نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوئے نکلے اور کفار پر حملہ آور ہو گئے، کفار نے جمع ہو کر ان پر سخت حملہ کیا یہاں تک کہ مہتر جوہر زخمی ہو کر معرکہ جنگ سے نکل کر قصبہ رہتک پہنچ گئے اور وہاں سے رفتہ رفتہ شہر سمانہ کے ایک گاؤں میں ایک ہندو کے یہاں قیام پذیر ہوئے اس ہندو نے آپ کے ساتھ نہایت رحمدلی کا برتاؤ کیا اس کی تواضع اور نرم دلی کو دیکھ کر اس کی مفلسی پر مہتر جوہر نے دعادی اور فرمایا کہ عنقریب تجھ کو خدا تعالیٰ غنی فرمائے گا۔ پچھلی رات وہ ہندو اپنے گھر کی دیوار بنانے کے لئے زمین جو کھودی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک مٹکا سونے اور چاندی سے بھرا ہوا موجود ہے اس نے خوشی خوشی وہ مٹکا زمین سے نکالا اور مہتر جوہر کے سامنے پیش کیا اور قدموں سے لپٹ کر عرض کرنے لگا کہ یہ دولت خدا تعالیٰ نے آپ کے قدموں کی برکت سے مجھ غریب کو عطا فرمائی ہے لہٰذا آپ جس قدر چاہیں اس میں سے لے لیں۔ آپ نے فرمایا ہم کو اس کی حاجت نہیں ہے یہ تیرے ہی واسطے ہے۔ آپ کی اس اولوالعزمی کو دیکھ کر وہ شخص مہتر جوہر ہندی کا بہت ہی معتقد ہو گیا۔ یہ عقیدت دیکھ کر مہتر جوہر ہندی نے اپنا تمام حال اس سے بیان کر دیا اس ہندو نے عہد کیا کہ میں آپ کا راز کسی پر ظاہر نہ کروں گا اور ہر طرح سے آپ کی خدمت بجالاؤں گا۔

اس طرح یہ آتش جنگ چار روز تک شدت کے ساتھ بھڑکتی رہی ہندوؤں کے ہزاروں آدمی مارے گئے، مجاہدین اسلام کے بھی دو حصے شہید ہو گئے۔ کفار نے رسد مکمل بند کر دی تھی، آب و دانہ نہ ملنے کے سبب گھوڑوں کو کافی نقاہت ہو گئی تھی، مزید برآں یہ کہ پاکھنڈیوں نے تمام گھوڑوں کو تیروں سے اتنا زخمی کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ بالکل بیکار سے ہو گئے تھے۔ تیسرے دن لڑائی کا منظر کیا تھا اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے قصر عارفاں کے مصنّف لکھتے ہیں۔

”۱۲ محرم الحرام ۱۴۷ھ کا دن تھا دونوں حضرات اپنے بچے کھچے جانثاروں کے اور عزیزوں کے ساتھ میدان جنگ میں آگئے ان میں شریف ابوالبرکات، خواجہ ابوالفضل،

خواجہ عبد الرحمٰن ، بلال وغیرہم سیاہ پرچم کے نیچے کھڑے تھے ۔ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور زبان پر تسبیح وتہلیل ،سر میں شہادت کا نشہ اور دل میں ایمان کی دولت موجزن تھی ،اب بھی ان لوگوں کے سامنے ایک ہزار پینتیس کفار کھڑے تھے۔ اس معرکہ میں اکثر ہندوؤں کو واصل جہنم کیا جاچکا تھا اس دن کی لڑائی میں امام ابراہیم اور امام ناصر الدین دونوں اپنے آخری جاں بازوں کے ساتھ جام شہادت پینے میں کامیاب ہوگئے ۔ ے

شہادت کے بعد نعش کئی مہینے میدان میں پڑی رہی اور جسم سے برابر خون جاری رہ کر اپنی زندگی کا اعلان کرتا رہا علاقہ کے کفار یہ منظر دیکھ کر دہشت زدہ رہ گئے ان کی حالت روز افزوں دگر گوں ہوتی جارہی تھی ۔ بعد شہادت جو واقعات ان غازیان اسلام سے رونما ہوئے ان کا نقشہ سیرت ناصریه کے مصنف نے ان الفاظ میں کھینچا ہے وہ لکھتے ہیں ۔

”غازیوں کی شہادت کے بعد علامت ائمہ مطہرین کی پاکیزگی ابدان مقدسہ اور ارواح طیبہ کی اس طرح ظاہر ہوئی کہ امام صاحب اور ان کے ہمشیر زاد اور نیز سب شہدا کے رخساروں سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی تھی اور تاوقت دفن شہدا کے ابدان سے خون جاری رہا ۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی عزت بخشی اور بعد شہادت ایسی شان وشوکت عطا فرمائی کہ ان کا رعب کفار پر ایسا چھایا کہ بسبب دہشت ان کے بدنوں کے نزدیک کوئی کافر نہ آسکتا تھا اور خدا کی قدرت کا یہ عجیب وغریب ماجرا ظاہر ہوا کہ رات کو سوتے ہوئے کفار دیکھتے تھے کہ شہدا حملہ آور ہوتے ہیں اور ان کی تلواروں سے زخمی ہوکر کافر ان سے بھاگتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی اپنی چار پائیوں سے گر گر کر جاگ پڑتے ہیں اور بدن کانپنے لگتے ہیں ، ہر رات کو یہی واقعہ در پیش رہتا تھا ۔تمام کافروں کے چہروں کے رنگ دہشت سے زرد پڑ گئے تھے ۔اس ظلم کا ادبار ان پر صاف ظاہر ہوتا تھا اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا تھے یہاں تک کہ چند روز میں ان کو اپنی زندگی وبال معلوم ہونے لگی ۔ بعد چند روز کے دہلی کا راجہ اپنے داماد راجہ ارجن دیو کی تعزیت کے لئے اور اپنے نواسے کی کفالت کے خیال سے ٹونڈک لہرارہ میں آیا اور اس نے چاہا کہ بطریق سیر وتفریح کے شہدا کے لاشوں کو دیکھے جو بے گور وکفن وہیں پڑے ہوئے تھے ۔

اتفاقاً اس گاؤں کے نزدیک ایک شہید کی نعش اس کو نظر آئی راجہ کی نظر جوں ہی اس نعش پر پڑی اس پر غیبی ہیبت طاری ہوگئی۔تمام بدن کے بال کھڑے ہوگئے اورلرزہ آ گیا۔ اور اتنا خوف اس پر چھایا کہ وہ اس گاؤں میں بھی نہ ٹھہر سکا،فوراً دہلی کو واپس ہوگیا، اور بجائے خود شیو چند برہمن کو جو اس کا وزیر تھا اپنے نواسے کی کفالت وپرورش کے لئے مقرر کیا۔ راجہ مذکور جب دہلی پہنچ گیا تو اس پر بھی وہی مصیبت طاری ہوئی جو دوسرے قاتل کفار پر لاحق تھی یعنی جو جو شریک جنگ تھے وہ بیمار ونزار اور رنجور وزرد رو وپریشان وتباہ حال وخراب ورسوا ہو رہے تھے۔[۸]

شیو چند دہلی ہر روز وہی خواب دیکھتا اور اسے پریشانی لاحق ہوتی ایک دن اس نے یہ بھی خواب دیکھا کہ چند بزرگ مسلمان صاحب جمال ہیں اور ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں ہیں، برہمن کو اس خواب کے دیکھنے سے بڑی ہیبت طاری ہوئی اور پریشان ہوگیا انہی بزرگوں میں سے کسی نے اس سے فرمایا کہ ہم ان بادشاہوں کی فوج میں سے ہیں جو یہاں پر شہید ہوئے ہیں اگر تو ہم سب کو آئین اسلام کے مطابق قبروں میں دفن کرادے تو تو اور تیرا راجہ اس مصیبت سے نجات پا جائے گا اور تیری آنکھیں بھی روشن ہو جائیں گی۔ جب وزیر دہلی شیو چند بیمار ہوا اور اس کی بیماری بڑھی تو اس نے اپنے بڑے بیٹے نانک چند کو بلوایا اور اس سے کہا کہ دہلی کے راجہ کے پاس جاؤ اور یہ پورا ماجرا بیان کرو اور اس سے یہ بھی کہو کہ حکیموں اور عقلمندوں کو جمع کر کے ان سے دریافت کرے کہ آئین اسلام کے مطابق قبروں میں دفن کا کیا مطلب ہے؟ چوں کہ اس وقت کوئی ہندوستان میں مسلمان نہ تھا اس لئے اس کی تفصیل سے سب قاصر تھے پھر خواب میں وہی بزرگ آئے اور فرمایا کہ اگر کوئی آئین اسلام کے بارے میں نہیں جانتا ہے تو مہتر جوہر کو بلا کر ان سے اس کا طریقہ معلوم کر لو وہ ہمارے بادشاہوں کا ایک خادم ہے اور شہر سمانہ کے ایک گاؤں میں فلاں ہندو کے مکان میں روپوش ہے۔اس کو وہاں سے لاؤ تا کہ ہمیں آئین اسلام کے مطابق دفن کرے اور تمہیں عذاب سے خلاصی ہو۔ راجہ دہلی کو شیو چند کے خواب کی جب پوری تفصیل معلوم ہوئی تو اس نے اپنے بھائی راما چند کو چند سوار اور پیدل سپاہیوں کے ہمراہ موضع سمانہ روانہ کیا وہ لوگ اس مکان پر پہنچے جہاں مہتر جوہر موجود تھے ان سے بڑی منت وسماجت کی مگر وہ گھر کے اندر سے باہر نکلنے کے لئے بالکل تیار نہ ہوئے، جب ان لوگوں نے پورا واقعہ بیان کیا اور مہتر جوہر واقعہ کی سچائی کا علم ہوا تو ننگی تلوار لے کر باہر نکلے

راجہ کا بھائی اور سارے سپاہی احتراماً اس کے قدموں پر گر پڑے اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ دہلی لائے جہاں راجہ اور اس کے عمائدین سلطنت اور امراء وحکام نے ان کی بڑی عزت وتوقیر کی اور بڑے ہی عاجزانہ انداز میں کہا:

> "ہم کو خبر نہ تھی کہ آپ لوگ ایسے بزرگ قدر ہیں اگر ہم کو اس کے متعلق پہلے سے واقفیت ہوتی تو ہ ہرگز ہرگز آپ کے ساتھ جنگ وجدل نہ کر تے لہٰذا ہم آپ کی خدمت میں یہ عرضداشت پیش کرتے ہیں کہ آپ اپنے ساتھیوں شہدا سے ہمارا قصور معاف کرادیں اور ان کو ہمارے ہاتھوں آئین اسلام کے موافق دفن کرادیں"۔ ۹

مہتر جوہر ہندوؤں کی ایک بھاری جمعیت کے ساتھ سونی پت اس مقام پر پہنچے جہاں شہدا کی نعشیں بے گور وکفن پڑی تھیں اور ان کے جسموں سے خون کے فوارے جاری تھے۔ ہندوؤں نے یہ حال دیکھ کر مہتر جوہر سے پوچھا کہ ان کے جسموں سے خون ابھی تک کیوں جاری ہے تو آپ نے بتایا کہ یہ لوگ زندہ ہیں اس وجہ سے ان کا جسم تروتازہ ہے اور خون جاری ہے اگرچہ ظاہر میں یہ بشکل مردہ ہیں لیکن درحقیقت زندہ ہیں۔ مہتر جوہر نے بیلداروں اور معماروں کو طلب فرمایا سب کے لئے الگ الگ قبریں کھدوائیں اور بزرگوں کی خواہش کے مطابق اوپر سے تمام قبروں کی ایک ہی تعویز بنائی۔ اس طرح ساڑھے چار ماہ بے گور وکفن میدان جنگ میں پڑے رہنے کے بعد ۱۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۷ھ کو ان تمام شہدائے کرام کی تدفین عمل میں آئی۔

اس سلسلے میں تفصیل لکھنے کے بعد مصنف کتاب شیخ مولوی احمد علی چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

> یہ اولین اہل ایمان تھے جو برصغیر پاک وہند میں پہنچے اور جنہوں نے سونی پت کی سرزمین کو اپنے پاکیزہ خون سے رنگین کردیا تھا اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی ارواح مقدسہ کو اپنی نعمات سے نوازتا رہے۔
>
> آمین ۱۰

ان شہدائے کرام کے معتقدین میں روز افزوں اضافہ ہوتا ہی رہا، عقیدت مند نذر ونیاز وافر مقدار میں وہاں پیش کرتے رہے جسے مہتر جوہر اکٹھا کرتے رہے جب نذر ونیاز کا وافر حصہ جمع

ہو گیا تو مہتر جوہر نے اسے سندھ کے کچھ تجار کے ذریعہ خراسان امام ناصر الدین کے شاہزادگان کے پاس بھجوا دیا اور ساتھ ہی انہوں نے ایک خط بھی انہی تجار کے واسطے سے روانہ کیا جس میں شہادت اور مابعد شہادت کی تفصیل تھی ، الغرض جب تاجران سندھ مشہد پہنچے تو معلوم ہوا کہ امام صاحب کے صاحبزادے اپنے چچا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نیشاپور میں تشریف فر ما ہیں، یہ تاجر وہاں پہنچے اور تمام اسباب خط کے ہمراہ ان کے سپرد کر دیا ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مہتر جوہر کا خط پڑھا اور انہیں اپنے بھائی ناصر الدین کی شہادت کی تفصیل معلوم ہو ئی تو انہوں نے انتہائی تاسف اور الم کا اظہار کیا اور اسی دن سے اپنے برادر زادوں پر خاص عنایات والطاف فر مانے لگے ۔انہوں نے مرسلہ سامان قبول کیا اور ایک خط مہتر جوہر کے نام لکھ کر ان تاجروں کے سپرد کیا کہ انہیں پہنچا دیا جائے ۔ اسی طرح دوسری مرتبہ جب سامان نقد وجنس زیادہ جمع ہو گیا تو مہتر جوہر نے انہی تجار میں بعض معتبر شخصیتوں کے ذریعہ امام زادہ حضرت حسین ذواشھب کی خدمت میں روانہ کیا سندھ والوں نے وہ مال اور اسباب ومتاع بجنسہٖ وبعینہٖ ان کی خدمت میں پہنچا کر رسید لا کر دے دی ۔ اسی طرح کچھ مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا جو مال یہاں جمع ہوتا اسے مہتر جوہر امام زادگان کے پاس بھیجتے رہے اور وہ امام زادگان اپنے چچا امام جعفر صادقؑ کی بارگاہ میں پیش کرتے رہے حضرت امام جعفر صادق اپنے بھتیجوں کی دلجوئی کے لئے اس میں سے کچھ لے لیتے باقی انہیں واپس کر دیتے رہے۔ ۱۴۹ھ میں جب حضرت امام جعفر صادق کا وصال ہو گیا تو حضرت امام ناصر الدین کے صاحبزادگان اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ جن میں امیر ابوالحسن ، سید ہزبر الدین، ابو النصر بن محمد رماح قابل ذکر ہیں ہندوستان تشریف لائے اور سونی پت میں اپنے والد بزرگوار اور دوسرے شہداء کے مزارات پر حاضری دی ۔جب آپ کی آمد کی خبر اطراف وجانب کے ہنود کو ہوئی تو انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ لوگ آپ کی خدت میں حاضر ہوئے حقوق خدمت گزاری بھی بجالائے اور کثیر نذرانے وہدایا بھی پیش کئے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ ہدایا تو اپنے ساتھی ابوالحسن اورع اور سید ہزبر الدین ابولنصر کے ہمراہ ابو امجد اور ابو شجاعہ کے پاس مشہد بھیج دیا اور خود امام زادگان ہندوستان میں سیر وتفریح کی غرض سے ٹھہر گئے۔ ایک دن کی بات ہے کہ دونوں امام زادگان سید حسین ذو اشھب اور سید قاسم اسماعیل کہیں بارادۂ سیر ہندوستان مہتر جوہر کو وداع کہہ کر تشریف لے گئے اور کسی مقام پر کفار سے برسر پیکار ہو گئے بہت سے کفار کو واصل نار کر کے خود بھی برضائے الٰہی جام شہادت سے سرشار

ہو گئے۔

حضرت ابوالاشجع حسین ذواشہب نے ایک فرزند چھوڑا جن کا نام نامی اسم گرامی امیر مشید الدین ابی اشجع ہے حضرت امام ناصر الدین کا نسب انہی کے واسطے سے آگے بڑھا، اسی خانوادہ میں ایک بزرگ شیخ عبد الغنی کے نام سے گذرے ہیں جن کا زہد وتقویٰ مثالی تھا۔ شاہ ولی اللہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عالم اور متورع تھے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جلال الدین اکبر بادشاہ ان کی بہت تعظیم کرتا تھا جب بادشاہ الحاد وگمراہی میں مبتلا ہو گیا تو محبت کا وہ رشتہ ختم ہو گیا اور دونوں میں ایک دوسرے کے خلاف سخت نفرت پیدا ہوگئی ایک عرصہ کے بعد بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آئی اس طرف لگاتار فوجیں بھیجی جاتی رہیں لیکن فتح نہیں ہوئی اسی دوران ایک رات امام ناصر الدین شہید ابن محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک کے بعض معتکفین نے بیداری میں دیکھا کہ ایک جماعت اپنے سردار سمیت ہتھیار جنگ سے لیس ہو کر آئی ہے اور ان کے ساتھ ایک مشعل ہے اور یہ لوگ روضۂ امام میں داخل ہو گئے دیکھنے والے نے سمجھا کہ شاید مسافر ہیں جو زیارت خانقاہ کی نیت سے آئے ہیں وہ آگے بڑھا تو اس نے دیکھا کہ وہ سردار قبر میں داخل ہو گیا اور پھر اس مسلح گروہ کا ہر آدمی ایک ایک قبر میں داخل ہو گیا۔ اس نے ان میں سے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ سردار کون ہے؟ اور یہ مسلح افراد کیسے ہیں؟ ۔اس نے جواب دیا یہ حضرت امام ناصر الدین ہیں جو شہدا کی ایک جماعت کے ساتھ ہیں اس نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے اور کون سا کارنامہ سر انجام دیا ہے۔؟ اس نے کہا کہ چتوڑ کو فتح کرنے گئے تھے اور اسے فلاں وقت فلاں بُرج کی طرف سے فتح کر لیا ہے شیخ عبد الغنی کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے پورا واقعہ فتح کی خوش خبری کے ساتھ بادشاہ کے پاس لکھ کر بھیجا کچھ دنوں کے بعد فتح چتوڑ بالکل اسی طرح واقع ہوئی۔ چنانچہ بادشاہ نے حضرت امام ناصر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ کے لئے بارہ گاؤں وقف کر کے شیخ عبد الغنی کے انتظام میں دے دئے۔[۱۱]

ان تفصیلات کی روشنی میں بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے بغرض اشاعت اسلام تشریف لانے والے امام ناصر الدین ہی ہیں اس لحاظ سے اگر موصوف کو فخر شہدائے ھند کا خطاب دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ان دونوں مزارات سے فیوض وبرکات ہی صرف نہیں بلکہ تصرفات کا سلسلہ اب بھی

جارہی ہے اکثر زائرین وہاں حاضری دے کر اپنی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔سلطان غیاث الدین بلبن اور سلطان جلال الدین اکبر بھی ان کے مزارات پر حاضری ہو کر اپنے دور اقتدار میں آستانہ بوسی کا شرف حاصل کیا ہے۔ان بادشاہوں نے کئی بار ارادہ کیا کہ ان مزارات کو پختہ بنا دیا جائے مگر انہیں خوابوں میں منع فرما دیا جاتا تھا اور یہ اشارہ ہوا کرتا تھا کہ ان مزارات کے ارداگرد ایک قدم بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کسی شہید کا مزار نہ ہو۔ اسی وجہ سے ان حضرات کے مزارت کی تعمیر نہ ہوسکی۔

اس مزار مقدس کی زیارت ہندوستان کے اہم مشائخ نے کی اور فیوض وبرکات حاصل کئے ہیں، سیرت ناصریہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خواجہ بزرگ سیدنا ومولانا خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری سلطان الہند غریب نواز رحمۃ اللہ یہاں تشریف لائے اور ان حضرات کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی، اور پھر حضرت سیدنا ومولانا شاہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی اور خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی اور حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی وحضرت مخدوم احمد علی صابر کلیری وحضرت سید محمد گیسو دراز گلبرگہ شریف وسیدنا ومولانا حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں گشت وغیرہم جیسے مشہور بزرگوں نے یہاں حاضر رہ کر چلہ کشی کی ہے۔علاوہ ازیں قبل از حکومت اسلام اکثر راجگان وتاجداران ہند غیر اسلام اور ان کے فرمانبردار ومحکوم آپ کے آستانہ مبارکہ پر سرخم کرتے رہے۔''[۱۲]

احوال بزرگان ہند پر مشتمل افق المبین نامی کتاب کے حوالہ سے سیرت ناصریہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ

''سب سے پہلے ہندوستان میں آنے والوں اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں میں سے ایک بزرگوار سید ہمام وعالی مقام سید عبید اللہ جو مشہور سید امام ناصر الدین شہید ہیں۔آپ جلیل القدر سادات سے ہیں ۔ہندوستان کے شہروں میں واسطے تبلیغ دین اسلام کے تشریف لائے اور اللہ کی راہ میں شہید ہوئے تاریخ بارہویں محرم الحرام ۱۸۷ھ (صحیح ۱۴۷ھ ہے) میں بمقام سونی پت وارد ہوئے برگزیدہ متقی زندہ اور شہید آپ کے فیضان سے عالم روشن ہے۔جس کو مفصل حالات معلوم کرنے ہوں وہ تاریخ فضلی کا مطالعہ کرے اور قبر آپ کی سونی پت میں زیارت گاہ خاص وعام ہے بلکہ جمیع اقلیم ہندوستان میں معروف ہے اور سب ان کی حمایت برکات میں ہیں اور قیامت تک

رہیں گے۔

ہر سال ۱۰ ۳۱۱/ ۱۲ محرام الحرام کو آپ کا عرس بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے جس میں آپ کے عقیدت مند ہزاروں کی تعداد میں شریک فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے ہیں۔

**حواشی وحوالہ جات**


۱۔ تاریخ مشائخ نقشبندیہ، عبد الرسول للہی ص ۱۵۳ لاہور ۲۰۰۳ء

۲۔ قصر عارفاں جلد دوم ،احمد علی چشتی ص ۳۵ لاہور ۱۹۸۸ء

۳۔ سیرت ناصریہ، سید محمد سعید مہتم درگاہ سونی پت ص ۱۳ تجلی برقی پریس دہلی

۴۔ قصر عارفاں جلد دوم ص ۳۶

۵۔ سیرت ناصریہ ص ۱۵

۶۔ قصر عارفاں جلد دوم ص ۴۱

۷۔ قصر عارفاں جلد دوم ص ۴۴

۸۔ سیرت ناصریہ ص ۲۱

۹۔ سیرت ناصریہ ص ۲۳

۱۰۔ قصر عارفاں جلد دوم ص ۴۴

۱۱۔ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۳۲۸ دہلی ۲۰۱۰ء

۱۲۔ سیرت ناصریہ ص ۳